[redacted]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلّیا

(۱)۔۔۔واضح رہے کہ جس عاقل، بالغ مرد یا عورت کی ملکیت میں قربانی کے تین دنوں میں یعنی دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذوالحجہ کے غروب شمس کے دوران ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس قدر چاندی کی مالیت کے برابر نقد رقم یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت یا حاجت اصلیہ سے زائد اشیاء یا کچھ سونا کچھ چاندی کچھ مالِ تجارت اور کچھ حاجتِ اصلیہ سے زائد اشیاء کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر موجود ہو تو ایسے مرد یا عورت پر قربانی واجب ہے،ورنہ نہیں۔(احسن الفتاوی:۱۵/۳۱۹)اور اس حکم میں مرد عورت دونوں برابر ہیں،اور اس مسئلہ میں عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے،بلکہ شریعت نے ہر ایک کی ملکیت کا الگ الگ اعتبار کیا ہے،لہذا اگر مرد و عورت کے پاس مختلف زمینیں ہوں یا کئی بھینسیں ہوں یا کوئی اور جائیداد ہو مگر وہ حاجت اصلیہ سے زائد نہ ہوں تو ایسی صورت میں وہ قربانی کے نصاب میں شامل نہیں ہیں،تاہم اگر یہ اشیاء قربانی کے تین دنوں میں کسی کے پاس حاجت اصلیہ سے زائد ہوں اور ان کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو چاہے مرد ہو یا عورت ہر ایک پر قربانی واجب ہے۔

تاہم یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس شخص کے پاس زمینیں ہوں تو اس زمین کی قیمت نصاب میں شامل ہو گی، یا اس سے حاصل ہونے والے غلہ کا اعتبار ہو گا،تو اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے،تاہم اس میں راجح قول یہ ہے کہ اگر زمین سے کسی قسم کا غلہ یا کاشت وغیرہ حاصل نہیں کیا جاتا تو ایسی زمین کی قیمت کا اعتبار ہو گا کہ اگر یہ قیمت نصاب تک پہنچ جائے تو اس میں قربانی اور صدقہ فطر واجب ہو گا۔

لیکن اگر کوئی شخص اس زمین کو کاشت یا اس سے غلہ حاصل کرتا ہے،تو اس صورت میں غلہ کا اعتبار ہو گا، یعنی اس سے حاصل ہونے والے غلہ اگر سال بھر کے استعمال کے بعد نصاب کے برابر بچے تو ایسے شخص پر قربانی یا صدقہ فطر واجب ہے،ورنہ نہیں۔(امداد الفتاوی ۲۔۶۰)

دار الافتاء

حاشية ابن عابدين (2 / 348):

وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد، وعند أبي يوسف لا يحل وكذا لو له كرم لا تكفيه غلته؛ ولو عنده طعام للقوت يساوي مائتي درهم، فإن كان كفاية شهر يحل أو كفاية سنة، قيل لا تحل، وقيل يحل؛ لأنه يستحق الصرف إلى الكفاية فيلحق بالعدم، وقد ادخر - عليه الصلاة والسلام - لنسائه قوت سنة، ولو له كسوة الشتاء وهو لا يحتاج إليها في الصيف يحل ذكر هذه الجملة في الفتاوى. اهـ

Scanned by CamScanner

وظاهر تعليله للقول الثاني في مسألة الطعام اعتماده.

وفي التتارخانية عن التهذيب أنه الصحيح وفيها عن الصغرى له دار يسكنها لكن تزيد على حاجته بأن لا يسكن الكل يحل له أخذ الصدقة في الصحيح وفيها سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاث آلاف ولا تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة؟ يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألوفا وعليه الفتوى وعندهما لا يحل اهـ ملخصا.

البحر الرائق (8 / 198):

وفي الخانية: الْمُوسِرُ في ظاهر الرِّوَايَة من له مائتا دِرْهَمٍ، أو عِشْرُونَ دينارا أو ما يَبْلُغُ ذلك سِوَى مَسْكَنِهِ وَمَتَاعِهِ وَمَرْكَبِهِ وَخَادِمِهِ الذي في حَاجَتِهِ، وفي الْأَصْلِ وَلَوْ جاء يوم الْأُضْحِيَّةِ وَلَا مَالَ له ثُمَّ اسْتَفَادَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ وَلَا دَيْنَ عليه فَعَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ وَلَوْ كان له عَقَارٌ مِلْكٌ قِيمَةُ الْعَقَارِ مِائَةُ دِرْهَمٍ وَالزَّعْفَرَانِيُّ وَالْفَقِيهُ عَلِيٌّ الرَّازِيّ اعْتَبَرَا الْقِيمَةَ وَأَوْجَبَا الْأُضْحِيَّةَ وَلَوْ كان له أَرْضٌ يَدْخُلُ عليه منها قُوتُ السَّنَةِ فَعَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ حَيْثُ كان الْقُوتُ يَكْفِيهِ وَيَكْفِي عِيَالَهُ، وَإِنْ كان لَا يَكْفِيهِ فَهُوَ مُعْسِرٌ،

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6 / 312):

(قوله واليسار إلخ) بأن ملك مائتي درهم أو عرضا يساويها غير مسكنه وثياب اللبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية ولو له عقار يستغله فقيل تلزم لو قيمته نصابا، وقيل لو يدخل منه قوت سنة تلزم، وقيل قوت شهر، فمتى فضل نصاب تلزمه. ولو العقار وقفا، فإن وجب له في أيامها نصاب تلزم، وصاحب الثياب الأربعة لو ساوى الرابع نصابا غنى وثلاثة فلا، لأن أحدها للبذلة والآخر للمهنة والثالث للجمع والوفد والأعياد، والمرأة موسرة بالمعجل لو الزوج مليا وبالمؤجل لا، وبدار تسكنها مع الزوج إن قدر على الإسكان.

(۲)۔۔۔ ہر انسان کی ضروریات اور حاجات عموماً دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں، اور راجح قول کے مطابق ضروریات اور حاجات کو پورا کرنے کے لئے اشیاء کو جائز طریقہ سے اپنی ملکیت میں رکھنے کی کوئی مخصوص تعداد یا حد شرعاً مقرر نہیں، بلکہ جو چیزیں انسان کے زیرِ استعمال ہوں یا انسان کو اسکی حاجت پیش آتی ہو، اور وہ اشیاء تجارت کے لئے نہ ہوں تو شرعاً وہ حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں۔

Scanned by CamScanner

نیز اس کے علاوہ بھی حضرات فقہاءؒ نے جن چیزوں کو حوائج اصلیہ میں شمار کیا ہے، ان میں رہنے کے مکان، خدمت کے غلام، گھریلوں اسباب، سواری کے لئے جانور، وغیرہ ہیں، جمہور فقہاء نے ان چیزوں کے بارے میں تعداد کی کوئی تحدید نہیں کی، کہ اس سے زائد چیزیں حاجت سے زائد شمار ہونگی، بلکہ فقہاء کرامؒ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کسی چیز کے حوائج اصلیہ ہونے کی اصل بنیاد یہ ہے کہ وہ چیز انسان کے استعمال میں ہو، اور اسکی حاجت ہوتی ہو، مثلاً کسی شخص کے پاس دو مکان ہوں ایک گرمی کے موسم میں رہنے کے لئے اور دوسرا سردی کے لئے، تو یہ شخص موسم گرمی میں سردی کے لئے رکھے ہوئے اس مکان کی وجہ سے وہ شخص غنی اور صاحب نصاب نہیں ہوگا، اگرچہ دونوں کی قیمت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

البتہ بعض فقہاء کی کتابوں میں جو تحدید آئی ہے کہ تین سے زائد جوڑوں کی قیمت نصاب میں شامل ہوگی جیسا کہ شامی اور دیگر کتب فتاوی میں ہے، (**وصاحب الثياب الأربعة لو ساوى الرابع نصابا غنى وثلاثة فلا، لأن أحدها للبذلة والآخر للمهنة والثالث للجمع والوفد والأعياد.**) تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ تحدید اصحاب مذہب، اصحاب متون اور اکثر فقہاءؒ سے منقول نہیں ہے، بلکہ یہ بعض متاخرین فقہاء کا قول ہے، حالانکہ فقہاء کرام ہر مسئلہ کو اس کی تمام حدود و شرائط کے ساتھ ذکر کرتے ہیں لہذا اکثر فقہاء کا مذکورہ تحدید سے سکوت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے، اس میں کوئی خاص عدد ملحوظ نہیں، بلکہ اصل اعتبار حاجت کا ہے۔

اور ان بعض فقہاء کے کلام کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہ تحدید اس شخص کے بارے میں ہے جسکی حاجت تین جوڑوں ہی سے پوری ہو جاتی ہو، اس سے زائد جوڑوں کی حاجت ہی نہ ہو، حالانکہ ہمارے زمانے میں ایسا ہونا بعید ہے۔

لہذا مسئولہ صورت میں جو زمینیں یا بھینسیں حاجت اصلیہ سے زائد نہ ہوں، تو وہ فطرہ اور قربانی کے نصاب میں شامل نہیں ہونگی، خواہ وہ تعداد میں ایک سے زائد ہی کیوں نہ ہوں۔ (ماخذہ التبویب، ۶۳/۶۲۶)

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6 / 312):

(قوله واليسار إلخ) بأن ملك مائتي درهم أو عرضا يساويها غير مسكنه وثياب اللبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية ولو له عقار يستغله فقيل تلزم لو قيمته نصابا، وقيل لو يدخل منه قوت سنة تلزم، وقيل قوت شهر، فمتى فضل نصاب تلزمه. ولو العقار وقفا، فإن وجب له في أيامها نصاب تلزم، وصاحب الثياب الأربعة لو ساوى الرابع نصابا غنى وثلاثة فلا، لأن أحدها للبذلة والآخر للمهنة والثالث للجمع والوفد والأعياد، والمرأة موسرة بالمعجل لو الزوج مليا وبالمؤجل لا، وبدار تسكنها مع الزوج إن قدر على الإسكان.

Scanned by CamScanner

(۳)۔۔۔ مسئولہ صورت میں اگر دودھ حاصل کرنے کیلئے بھینسیں اپنے پاس رکھی ہوئی ہوں تو یہ جانور چونکہ حاجت اصلیہ سے زائد نہیں ہیں، اسلئے صرف ان کی وجہ سے صدقہ فطر اور قربانی واجب نہیں ہوگی، لہذا قربانی سے بچنے کے لئے کسی قسم کے حیلہ کی ضرورت ہی نہیں، اور قربانی کا حکم یہ ہے کہ قربانی کے تین دنوں میں اگر آپ کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اس کی قیمت کے بقدر سونا، نقدی، سامانِ تجارت اور حاجت اصلیہ سے زائد سامان میں سے سب کا یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ہو (اور اتنا قرضہ نہ ہو کہ اگر وہ قرضہ منہا کیا جائے تو آپ کے پاس موجود مذکورہ بالا چیزوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی سے کم رہ جائے) تو ایسی صورت میں قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں تفصیل گذری۔

الفتاوى الهندية (5 / 292):

(وأما) (شرائط الوجوب) : منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة،......والموسر في ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون دينارا أو شيء يبلغ ذلك سوى مسكنه ومتاع مسكنه ومركوبه وخادمه في حاجته التي لا يستغني عنها، فأما ما عدا ذلك من سائمة أو رقيق أو خيل أو متاع لتجارة أو غيرها فإنه يعتد به من يساره،

البحر الرائق (8 / 198):

وَفِي الْخَانِيَّةِ: الْمُوسِرُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مَنْ لَهُ مِائَتَا دِرْهَمٍ، أَوْ عِشْرُونَ دِينَارًا أَوْ مَا يَبْلُغُ ذَلِكَ سِوَى مَسْكَنِهِ وَمَتَاعِهِ وَمَرْكَبِهِ وَخَادِمِهِ الَّذِي فِي حَاجَتِهِ، وَفِي الْأَصْلِ وَلَوْ جَاءَ يَوْمُ الْأُضْحِيَّةِ وَلَا مَالَ ثُمَّ اسْتَفَادَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ وَلَا دَيْنَ عَلَيْهِ فَعَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ وَلَوْ كَانَ لَهُ عَقَارٌ بِمِلْكٍ قِيمَةُ الْعَقَارِ مِائَةُ دِرْهَمٍ وَالزَّعْفَرَانِيُّ وَالْفَقِيهُ عَلَى الرَّازِيِّ اعْتَبَرَا الْقِيمَةَ وَأَوْجَبَا الْأُضْحِيَّةَ وَلَوْ كَانَ لَهُ أَرْضٌ يَدْخُلُ عَلَيْهِ مِنْهَا قُوتُ السَّنَةِ فَعَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ حَيْثُ كَانَ الْقُوتُ يَكْفِيهِ وَيَكْفِي عِيَالَهُ.

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (2 / 262):

(قَوْلُهُ وَفَسَّرَهُ ابْنُ مَلَكٍ) أَيْ فَسَّرَ الْمَشْغُولَ بِالْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ وَالْأَوْلَى فَسَّرَهَا، وَذَلِكَ حَيْثُ قَالَ: وَهِيَ مَا يَدْفَعُ الْهَلَاكَ عَنْ الْإِنْسَانِ تَحْقِيقًا كَالنَّفَقَةِ وَدُورِ السُّكْنَى وَآلَاتِ الْحَرْبِ وَالثِّيَابِ الْمُحْتَاجِ إلَيْهَا لِدَفْعِ الْحَرِّ أَوْ الْبَرْدِ أَوْ تَقْدِيرًا كَالدَّيْنِ، فَإِنَّ الْمَدْيُونَ مُحْتَاجٌ إلَى قَضَائِهِ بِمَا فِي يَدِهِ مِنْ النِّصَابِ دَفْعًا عَنْ نَفْسِهِ الْحَبْسَ الَّذِي هُوَ كَالْهَلَاكِ وَكَآلَاتِ الْحِرْفَةِ وَأَثَاثِ الْمَنْزِلِ

Scanned by CamScanner

ودوابّ الركوب وكتب العلم لأهلها فإنّ الجهل عندهم كالهلاك. فإذا كان له دراهم مستحقّة بصرفها إلى تلك الحوائج صارت كالمعدومة. كما أنّ الماء المستحقّ بصرفه إلى العطش كان كالمعدوم وجاز عنده التيمّم. اهـ.

فتح الباري لابن حجر (12 / 326):

(كتاب الحيل)

جمع حيلة وهي ما يتوصل به إلى مقصود بطريق خفي وهي عند العلماء على أقسام بحسب الحامل عليها فإن توصل بها بطريق مباح إلى إبطال حق أو إثبات باطل فهي حرام أو إلى إثبات حق أو دفع باطل فهي واجبة أو مستحبة وإن توصل بها بطريق مباح إلى سلامة من وقوع في مكروه فهي مستحبة أو مباحة أو إلى ترك مندوب فهي مكروهة ....الخ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد افنان عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۶۔ربیع الاول۔۱۴۳۵ھ

۲۸۔جنوری۔۲۰۱۴ء

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ
۲۶/۳/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
۲۶/۳/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضل علی
۲۶/۳/۱۴۳۵ھ